جشنِ آزادی......!

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

میں نے آزادی دیکھی، آزادی ناچ رہی تھی، آزادی گا رہی تھی، آزادی اچھل کود اور غل غپاڑے میں بری طرح مستعمل تھی۔ لوگ آزادی کو بے دریغ "ورت" رہے تھے۔ پاکستانی نسل جس نے آزادی کے لیے ایک تنکا نہیں توڑا، پاکستانی قوم جسے آزادی کے لیے کانٹا بھی نہیں چبھا۔ پاکستانی روشن خیال جنھوں نے غلامی کی طویل شب کو شب عروس سمجھا......انھیں قتل کی آزادی ہے۔ بم بازی کی آزادی ہے۔ اغوا کی آزادی ہے، چوری کی آزادی ہے، زیادتی، شراب، جوا کی آزادی ہے، دھوکے، فریب، دغا کی آزادی ہے، ڈاکہ زنی کی آزادی ہے۔ دودھ، دہی، دال، چاول، گندم، دھنیا، نمک، مرچ، مسالہ میں ملاوٹ کی آزادی ہے۔ دن بھر سبزیاں مہنگی بیچنے اور رات گئے ریڑھیاں، چھابے گندگی کے ڈھیروں پر پھینکنے کی آزادی ہے۔ اور اس آزادی میں عورت کا ۵۲ فیصد حق ہے۔ لہٰذا وہ آزاد ہے، ماں باپ سے، بہن بھائی سے، بیوی خاوند سے اور مذہب اور دینی قیود و حدود سے بھی تو عورت آزاد ہے۔ وہ بال کٹوائے، منہ، گردن، سینہ، بانہیں ننگی کرے، وہ آزاد ہے۔ آزادی بہت بڑی نعمت ہے اور عورت کی نعمتوں کی قدر کرنا جانتی ہے۔ وہ ناچے، گائے سوئمنگ کرے یا گیمز میں حصہ لے وہ آزاد ہے۔ اب تو آزادی ہے۔ آزادی ناچے گی خواہ "گوڈے" اور "گٹے" ٹوٹ جائیں، آزادی ناچے گی، یہ پاکستانی ثقافت ہے۔ ہٹ او مُلّا! مجھے آج جی بھر کے آزادی منانے دے۔ یہ جشنِ آزادی پھر کہاں؟ اور تو کیا جانے آزادی کے کیا مزے ہیں؟ یہ ثقافتیے، یہ لاحقے، یہ سابقے، یہ بے تکے بیانئے، یہ آزادیے کہہ رہے تھے، بھاشن بگھار رہے تھے کہ ہم نے مُلّا ازم کو دفن کر دیا ہے۔ آزادی ایک روشنی ہے جس کی چکا چوند سے ہم روشن خیال ہی آزادی منا سکتے ہیں۔ آزادی کا ایک ایک لمحہ یادگار ہے، قومی زندگی کے ثقافتی جسد میں آزادی ہی روحِ رواں ہے۔ آزادی ہی جاوداں ہے، یہ لامکاں، ماورائے حدامکاں، یہ کن فکاں، یہ سب قیاس و گماں ہے۔ آزادی مکان ہے، مکان واجب ہے، سرالاسرار ہے اور آزادی کے خیال ہی سے ہم پُر بہار رہتے ہیں اور امریکہ کی غلامی کے دن بھی ہمیں سازگار رہتے ہیں۔ اس حال میں جب بھی آزادی سے میں ملا ہوں؛ وہ مجھے اپنی اپنی سی لگی اور جب بھی پابندیوں میں اس کو ملا ہوں تو وہ نری باقیات ضیاء الحق لگی۔ ایسی آزادی کے "فرق" پہ خاک جو دل میں خوفِ خدا پیدا کرے، جو مہنگائی کو "پھٹکارے" جو سڑکوں پر رینگنے والی ابلیسی قوت سرمایہ دارانہ نظام کو "درکارے" جو لگژری کو انسانی زندگی میں گھلا ہوا زہرِ بے تریاق کہے، جو اسلام آباد کے غاصب ٹولے اور امریکی کمیوں کو شیطانی اشرافیہ بتائے۔ وہ آزادی ہمیں نہیں چاہیے جو ہم جاگیرداروں کی گردن ناپے۔ ایسی آزادی کے ہم قائل نہیں؛ جس میں حکمرانوں کے ایک اعلان سے ظالموں، جابروں اور مستبدوں کا جسم خبیث پسینے سے شرابور ہو جائے اور فریبی آنکھیں تملق کے بدبودار قطرے ٹپکائیں

مگر دل ''آزادی'' کے گیت گائے۔ ''آزادی'' کے انتظار میں اپنے متعفن لاشے کو ہلکان کر دے۔

آزادی کے لیے جنگ کوئی لڑے، قربانیاں کوئی دے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو ہزیمت سے ہمکنار کوئی کرے، دشمن کو اپنی سرزمین سے کوئی بھگائے لیکن ''ٹیبل ٹاک'' کے دھنی ٹیبل پر بیٹھ کر سازشی بندر بانٹ کر لیں۔ یہود و نصاریٰ کی اتباع میں سیکولرازم اور لبرل ازم کی بانسری بجائیں۔ جیسا آج کل افغانستان میں ہو رہا ہے۔ ایک گیم کھیلی جا رہی ہے۔ فساق و فجار قریب کفار کو مسلط کرنے کی امریکی خواہش آخری مرحلے میں ہے۔ پھر وہاں بھی آزادی ہی آزادی ہے۔ روشن خیال ''وسیع البنیاد'' بے اساس و بدنہاد جو آزادی دے سکتے ہیں۔ افغانستان کا کوئی فرزند ناہموار جو آزادی دے سکتا ہے، وہ ایک بنیاد پرست سے کیسے متوقع ہو سکتی ہے؟ وہ آزادی اللہ کا دین نہیں دیتا۔ ایک مسلمان اس آزادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر ایسی ہی آزادی چاہیے تھی تو وہ امریکہ و یورپ میں بھی اور غلام ہندوستان میں بھی تھی۔ اس کے لیے پاکستان الگ ریاست بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی قوم تیار کرنا تھی تو وہ تو یہودیوں، عیسائیوں اور بدھسٹوں کے ہر ملک میں موجود تھی۔ اس کے لیے پچپن ہزار بیٹیاں، ان گنت معصوم بچے اور لاتعداد بوڑھوں کو بے گور و کفن پاکستان کے راستے میں بچھانے کی کیا ضرورت تھی؟ ہاں! کیا ضرورت تھی؟

اور آزادی اس محبوس، متعفن فضا میں تھر تھر کانپتی لڑکھڑاتی، سر میں خاک ڈالتی دور خلاؤں میں گھور رہی تھی۔ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا......

جی نڈھال، چشمِ نم		اے سکوتِ شامِ غم
سیلِ درد پیش و پس		آس پاس تیرگی
بے کنار ظلمتیں		بے قیاس تیرگی

(۲۴/اگست ۱۹۹۶ء)

ان کی آمد سے پہلے اور واپسی کے بعد

سید محمد معاویہ بخاری

ہمارے ہاں امن وامان کی صورت حال اتنی غیر یقینی کیوں رہتی ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو آج ہر پاکستانی کی زبان پر ہے۔لوگ حقیقت جاننا چاہتے ہیں کہ آخر اس ملک کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ اور کیوں ہورہا ہے؟ کیا تماشہ ہے کہ چند روز پہلے حکومتی زعما اعلان کرتے ہیں سوات، باجوڑ، مہمند ایجنسی خیبر ایجنسی جنوبی وشمالی وزیرستان سمیت تمام قبائلی علاقوں، میں امن قائم کرنے کے معاہدے طے پاگئے ہیں۔لہٰذا آنے والے دنوں میں حالات مزید بہتر ہوجائیں گے،لیکن پھر اچانک مشیر داخلہ، وزیر اعظم یا ایوان صدر کی جانب سے داغا گیا ایک بیان پرسکون پانیوں میں ارتعاش پیدا کردیتا ہے کہ دہشت گردوں سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کیے جائینگے۔دہشت گردی کو پوری قوت سے کچل دیا جائے گا۔شدت پسندوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ حکومت طالبان سے امن مذاکرات نہیں کررہی بلکہ صرف پُرامن قبائلیوں سے بات چیت ہورہی ہے وغیرہ وغیرہ۔مندرجہ بالا بیانات کی حدت کچھ دنوں برقرار رہتی ہے اور پھر ان میں بتدریج تبدیلی شروع ہوجاتی ہے اور اس قسم کی خبریں تسلسل سے آنے لگتی ہیں کہ طالبان سے مذاکرات کامیاب ہوگئے،سوات میں شریعت کے نفاذ کا معاہدہ طے پاگیا،امن جرگہ سے کامیاب مذاکرات کے بعد طالبان نے پرامن رہنے کی حامی بھرلی وغیرہ وغیرہ۔......اتار چڑھاؤ کی پالیسی پر مبنی بیانات کا پس منظر جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ان کا بغور جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ صرف ایک ماہ کے اخبارات اٹھا کر ایسے تمام بیانات کو ایک ترتیب سے رکھا گیا تو جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ تھا کہ قبائلی علاقوں میں قائم ہوتے اور ٹوٹتے امن معاہدوں کے حوالہ سے جتنے بیانات دیئے گئے وہ حکومت کی لاچاری، بے بسی کے عکاس ہیں،ان میں سے کچھ بیانات امریکی عہدیداروں کی پاکستان آمد سے پہلے کے ہیں اور کچھ بعد کے۔مثال کے طور پر ۲۳ جون تک کسی امریکی عہدیدار کی آمد متوقع نہیں تھی چنانچہ اخبارات میں شائع ہونے والی ایک خبر میں بتایا گیا کہ ''وفاقی حکومت نے سوات سے فوج کی واپسی کا عندیہ دے دیا ہے جس کی منظوری کور کمانڈرز کے آئندہ اجلاس میں دی جائیگی،جبکہ پاک فوج کی واپسی کے حوالے سے باقاعدہ اعلان وزیر اعظم کریں گے۔(نوائے وقت ۲۳ / جون)

اسی روز ایک اور خبر بھی شائع ہوئی جس میں قبائلی علاقوں کے حوالہ سے شائع ہونے والی خبر اور حکومتی پالیسی کی وضاحت شامل تھی۔سرحد حکومت نے سوات میں مقامی طالبان کے ساتھ امن معاہدہ گزشتہ ماہ کیا تھا اور امن معاہدے کی روشنی میں سوات سے پاک فوج کی واپسی کی جائیگی۔ذرائع نے بتایا کہ وزیر اعظم کے مشیر رحمٰن ملک نے چند روز قبل اخبارات میں شائع ہونے والی خبر جو امن معاہدے ختم کرنے کے متعلق تھی۔پر صوبائی حکومت کو یقین دہانی کرائی کہ یہ خبر ان کی طرف سے جاری نہیں کی گئی تھی اور

یہ بے بنیاد ہے اور انہوں نے اپنی طرف سے مذکورہ خبر پر معذرت بھی کی (نوائے وقت ۲۳/ جون ۲۰۰۸ء)

مندرجہ بالا خبر کے مطابق صوبائی حکومت قبائلی علاقوں میں طالبان قیادت سے جو امن مذاکرات کر رہی تھی وفاقی حکومت بھی اس کی تائید کندہ تھی اور معاہدے ختم کرنے کی خبروں کی وفاقی مشیر داخلہ نے خود تردید بھی کی تھی۔ تاہم یہ صورت حال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ۲۶/ جون کے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی کہ امریکی ارکان کانگریس اور نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیا ”رچرڈ باؤچر“ پر مشتمل وفد ۴ روزہ دورہ پر ۳۰/ جون کو پاکستان آئے گا۔ صدر، وزیراعظم، آرمی چیف اور سیاسی رہنماؤں سے ان کی ملاقاتیں ہوں گی اور اسی تاریخ کو رچرڈ باؤچر کے حوالہ سے یہ خبر بھی موجود تھی کہ وزیراعظم گیلانی نے انہیں قبائلیوں کے ساتھ بات چیت پر نظر ثانی کی یقین دہانی کرائی ہے۔ (نوائے وقت ۲۶ جون ۲۰۰۸ء)

امریکی کانگریس کے ارکان اور نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر کا دورۂ پاکستان حسب دستور خیر سگالی کے جذبات کے تبادلہ کیلئے تھا اور خیر سگالی کا سب سے بڑا ثبوت یہ کہ امریکی وفد کے دورۂ پاکستان سے قبل ہی اس کے انتظامات شروع ہو گئے تھے پاک امریکہ تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کیلئے ترجیحی بنیادوں پر جو اقدامات کیے گئے ان میں سب سے اہم اور پہلا قدم اٹھایا گیا۔ وہ ایک بھرپور میڈیا مہم تھی، خبروں، تجزیوں، تبصروں اور مذاکروں پر مشتمل خصوصی پروگراموں میں یہ کہہ کر سراسیمگی پھیلائی گئی کہ طالبان قبائلی علاقوں میں تسلط کے بعد شہروں کا رخ کرنے لگے ہیں اور اگلے چند روز میں (یعنی امریکی وفد کی آمد سے قبل) پشاور شہر پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں، چنانچہ اخبارات میں امن معاہدوں کے حوالہ سے شائع ہونے والی خبریں بتدریج تبدیل ہونے لگیں اور وزارت داخلہ کی جانب سے تمام قبائلی علاقوں میں طالبان کے خلاف فوری کارروائی کیے جانے کے اعلانات ہونے لگے، پھر خیبر ایجنسی، باڑہ، سوات اور ہنگو کے علاقوں میں سیکورٹی فورسز کی تعیناتی اور بعد ازاں آپریشن کی اطلاعات ملنے لگیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ حکومتی کارندے جن علاقوں میں امن وامان قائم ہونے کی نوید سناتے ہیں امریکی عہدیداروں کی آمد کا بگل بجتے ہی وہاں حالات خراب ہونے لگتے ہیں اور دہشت گردی کے واقعات کی خبریں آنے لگتی ہیں۔ یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ یہ کیسے سمجھدار دہشت گرد ہیں جو امریکی عہدیداروں کی آمد کی اطلاع ملتے ہی متحرک ہو جاتے ہیں، کیا یہ کرائے کے دہشت گرد ہیں جنھیں امریکی امداد سے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اور وہ حالات کی نوعیت کے مطابق حسب فرمائش کارروائیاں کر کے امن وامان کی بحالی کے لیے ہونے والی کوششوں کو سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ یہ تاثر اس لئے بھی یقین کی حد تک مستحکم ہو رہا ہے کہ حالیہ برسوں کا اگر خبری ریکارڈ جمع کیا جائے تو صورت حال وہی نظر آئے گی جو بیان کی جا رہی ہے۔

امریکی وفد ۳۰/ جون کو پاکستان پہنچا تھا لیکن اس عرصہ میں بطور پیش بندی کے جو کچھ ہوا اس کی وضاحت ان خبروں سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً ۲۷/ جون کی خبر کے مطابق سوات میں عسکریت پسندوں نے حملے شروع کر دیئے۔ اسی روز کے اخبارات میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کا بیان شائع ہوا جس میں ارشاد فرمایا گیا۔ ”چند انتہا پسندوں کو اکثریت پر مرضی کا اسلام مسلط نہیں کرنے دیں گے۔ (نوائے وقت ۲۷/ جون) وزیراعظم کا یہ بیان صدر پرویز مشرف کے ماضی میں دیئے گئے بیانات سے کتنا مختلف ہے وہ الفاظ سے واضح ہے۔ ۲۷/ جون کو ہی امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کا بیان بھی شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ پاک

افغان بارڈر پر پاکستان طالبان پر دباؤ ڈالنے میں ناکام رہا ہے اور امریکہ کو اس پر تشویش ہے۔ ۲۸ر جون کو شائع ہونے والی خبروں میں دو بیانات شائع ہوئے تھے پہلی خبر میں بتایا گیا کہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے صدر پرویز مشرف سے ملاقات کی، صدر کا کہنا تھا کہ دہشت گردوں کی پوری قوت سے کچل دیا جائے جبکہ (آرمی چیف) جنرل کیانی کا کہنا تھا کہ فوج آپریشن کے بارے میں حکومت کے فیصلے پر عمل کرے گی۔ دوسری خبر کے مطابق وفاقی مشیر داخلہ رحمٰن ملک نے کہا کہ سوات سمیت قبائلی علاقوں میں آپریشن کیا جائے گا بلکہ ان علاقوں میں حالات کو کنٹرول کرنے کیلئے سویلین آپریشن کیا جائے گا اور دہشت گردوں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ اور ہر حال میں ان علاقوں میں حکومتی رٹ قائم کی جائیگی۔ (نوائے وقت ۲۸ر جون ۲۰۰۸ء)

اسی روز امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس کا بیان بھی شائع ہوا، جس میں رابرٹ گیٹس نے مشرقی افغانستان میں طالبان کے حملوں میں اضافے کے حوالہ سے پاکستان پر الزام لگایا کہ وہ اپنی افغان سرحد پر شدت پسندوں کی سرگرمیاں روکنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ رابرٹ گیٹس کا کہنا تھا کہ طالبان سے مذاکرات کے باعث سیکورٹی فورسز کا مسلح گروپوں پر دباؤ کم ہو گیا ہے۔ (نوائے وقت ۲۸ر جون ۲۰۰۸ء)

۲۹ر جون کو وزیر دفاع چودھری احمد مختار اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے متضاد بیانات شائع ہوئے، خبر کے مطابق وزیر دفاع نے کہا کہ ہم نے دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے آرمی چیف کو مکمل اختیار دے دیا ہے جبکہ اس خبر میں وزیر اعظم کا بیان نقل ہوا کہ حکومت فوجی آپریشن پر یقین نہیں رکھتی۔ (نوائے وقت ۲۹ر جون ۲۰۰۸ء) اسی روز خبر شائع ہوئی جس میں امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کی ایک رپورٹ کی تفصیلات بیان کی گئیں، نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں یہ شوشہ چھوڑا کہ پشاور کے تاریخی شہر کے ارد گرد عسکریت پسندوں نے گھیرا تنگ کر دیا ہے اور بعض مقامات پر حکومتی عملداری کی جگہ اپنی رٹ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکام کو خدشہ ہے کہ شہر کے داخلی دروازوں سے طالبان کسی بھی وقت اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں عسکریت پسندوں کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں کو نیٹو افواج کی سپلائی کیلئے بھی خطرناک قرار دیا خصوصی طور پر خوراک اور اسلحہ جو کراچی سے افغانستان بذریعہ روڈ لے جایا جاتا ہے۔ (نوائے وقت ۲۹ر جون ۲۰۰۸ء)

پشاور شہر پر طالبان کے قبضہ کی خبریں اس منظم انداز میں پھیلائی گئیں اور مجموعی تاثر یہ دیا گیا کہ اب طالبان کے خلاف طاقت کا استعمال ناگزیر ہو چکا ہے۔ چنانچہ ۲۹ر جون کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ موجود تھی۔ کہ خیبر ایجنسی میں آپریشن شروع کر دیا گیا ہے، کرفیو کے نفاذ اور گولہ باری کے علاوہ گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اس آپریشن کو مزید مہلک بنانے کی تشہیر کی گئی، یہ آپریشن حقیقت میں ایک استقبالیہ پروگرام کے تحت شروع ہوا تھا۔ ۳۰ر جون کو امریکی کانگریس کا وفد اور امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ باؤچر چار روزہ دورے پر پاکستان پہنچے تو ان کا منہ میٹھا کرانے اور آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے یہ خوش کن خبر موجود تھی کہ امریکی حکام پریشان نہ ہوں بلکہ مطمئن رہیں کہ پاکستانی حکومت دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرنے کے عزم پر حسب وعدہ پوری طرح عمل پیرا ہے۔

یکم جولائی ۲۰۰۸ء سے ۲۳ر جولائی تک کی خبریں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ آپریشن اور مذاکرات کا کھیل گزشتہ پانچ سالہ